|  |  |  |
| --- | --- | --- |
| دار الافتاء  جامعہ مدنیہ  بلاک آئی،شمالی ناظم آباد،کراچی |  | **DARUL IFTA**  **JAMIA MADNIAH**  BLOCK I,NORTH NAZIM ABAD  KARACHI |

فتوی نمبر 1444030700115

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص جس کے چار بیٹے ہیں ان میں سے ایک بیٹا ممتاز نوکری کے لیے لندن گیا ہے 1982 میں ،وہ اپنے والد کے پاس رقم بھیجتا ہے لندن والا بھائی،تو اس رقم پر والد محترم تینوں بھائیوں کے لیے ایک جگہ خریدتا ہے وہ جگہ تین بھائیوں میں تقسیم کرتا ہے ہرایک بھائی کے حصے میں 14-14 مرلے آتا ہے جبکہ اس میں وہ بھائی محروم ہے جس نے رقم بیجا ہے اور پھر ایک جگہ اور خریدتا ہے وہ چار بھائیوں کے نام پرخریدتا ہے وہ ہر ایک کے حصے میں 5-5 مرلے آگیا ۔

اب مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ والد محترم کا اس طرح کا تقسیم کرنا شریعت کے اعتبار سے کیسا ہے؟والد کی موجودگی یعنی حیات میں مسئلہ نہیں آتا،اب والد کی وفات کے بعد مسئلہ بن گیا آیا یہ جائز ہے یا غلط ہے؟

وضاحت:ممتاز صاحب نے یہ پیسے اپنے والد صاحب کو مالکانہ حقوق کے ساتھ دیے تھے۔

العارض:مولانا عمران صاحب،راولپنڈی

03481544532

03325132599

الجواب حامدا ومصلیا

واضح رہےکہ زندگی میں اپنامال اولادمیں تقسیم کرتےہوئےبرابری کرنااورسب کودیناضروری ہےکسی کودینااورکسی کومحروم رکھنا یاکسی شرعی وجہ ترجیح کےبغیرکمی بیشی کےساتھ تقسیم کرناجائزنہیں،ایساکرنےوالاگناہگارہے۔تاہم اگرکوئی غیرمنصفانہ تقسیم کرتےہوئےاولاد میں سےکسی کواپنےمال میں سےکچھ دےکراس کاقبضہ بھی دےدےتواس کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے۔

لہٰذاصورتِ مسئولہ میں اگرواقعۃً ممتاز صاحب جو اپنےوالد صاحب کو لندن سے پیسے بھیجتے رہے،اور ان پیسوں کا انہوں نے والد صاحب کو مالک بنا دیا تھا تو وہ پیسے والد صاحب کی ملکیت شمار ہونگےاور پھر ان پیسوں سے جگہ خرید کر کچھ جگہ کو اپنی بعض اولادکوگفٹ کرنےمیں غیرمنصفانہ طریقہ اختیارکیاہےتوان کایہ طرزِ عمل شرعاًدرست نہیں ہے، تاہم وہ اولاد جن کے جائیدادنام کرکے،مالک بناکرقبضےمیں دےدی گئی ہےوہ مالک ہوجائیں گے۔ ایسی صورت میں محروم رہ جانے والی اولاداور جن کو حصہ کم ملا ہے ان کو چاہیےکہ وہ صبرکرےاوروالدکےحقوق کی ادائیگی میں پھربھی کوتاہی نہ کرے۔

لما فی رد المحتار:

"أقول : حاصل ما ذكره في الرسالة المذكورة أنه ورد في الحديث أنه صلى الله عليه وسلم قال: { سووا بين أولادكم في العطية ولو كنت مؤثراً أحداً لآثرت النساء على الرجال}. رواه سعيد في سننه. وفي صحيح مسلم من حديث النعمان بن بشير:{ اتقوا الله واعدلوا في أولادكم}. فالعدل من حقوق الأولاد في العطايا، والوقف عطية

فيسوي بين الذكر والأنثى؛ لأنهم فسروا العدل في الأولاد بالتسوية في العطايا حال الحياة. وفي الخانية: ولو وهب شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض روي عن أبي حنيفة: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين، وإن كانوا سواء يكره. وروى المعلى عن أبي يوسف: أنه لا بأس به إذا لم يقصد الإضرار وإلا سوى بينهم، وعليه الفتوى".

(ج4،ص444،ط سعید،کراچی)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کتبہ:محمد عباس غفراللہ لہ ولوالدیہ

جامعہ مدنیہ،بلاک آئی،شمالی ناظم آباد،کراچی

15/03/1444ھ

12/10/2022ش